خبر نامہ این بی ٹی

جلد–2 شمارہ–1

جنوری تا مارچ 2008

18 واں نئی دہلی عالمی کتاب میلہ

کتابیں ہماری بہترین دوست ہیں، کتابوں کی ت آج بھی ہے اور ان کا کوئی متبادل نہیں۔ نئی نسل کو کتابوں کے مطالعے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ان خیالات کا اظہار پرگتی میدان کے ہنس دھونی تھیٹر میں 18 ویں نئی دہلی عالمی کتاب میلہ کی افتتاحی تقریب میں مقررین نے کیا۔ تقریب کا آغاز علامہ اقبال کے ترانہ 'سارے جہاں سے اچھا ہندستان ہمارا' سے ہوا۔

پروفیسر سی این راؤ نے کہا کہ کتابوں کا کوئی اور متبادل نہیں ہے اور لیپ ٹاپ یا انٹرنیٹ کتابوں کا متبادل نہیں بن سکتے۔ انھوں نے کہا کہ ج ت آیا تو لگا تھا کہ اب کتابوں اور کاغذ کی ضرورت ختم ہو جائے گی لیکن دیا ب سے بھی زیادہ کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بچوں کو اچھی تعلیم مہیا کرانے کے لیے حکومت کو اچھی کتابیں شائع کرانی چاہئیں۔ انھوں نے بچوں اور نوجوانوں کو مطالعے کی عادت ڈالنے کا مشورہ بھی دیا۔

پروفیسر یو آر اننت مورتی نے اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سماجی رشتے قائم کرنے میں کتابیں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کتابوں کی اپنی ایک خاص اہمیت ہے اور ان کا کوئی متبادل نہیں ہوسکتا۔ اننت مورتی نے کہا کہ کوئی بھی زبان عظیم یا ادنیٰ نہیں ہوتی۔ سب زبانیں برابر ہوتی ہیں اور حکومت کو تمام زبانوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا چاہیے۔ سب کو برابر کے موقع ملنے چاہئیں اور زبانوں کے معاملے میں سیاست نہیں ہونی چاہیے۔ انھوں نے نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی ستائش کی کہ وہ ہندستانی زبانوں کے فروغ کے لیے مسلسل کوشاں ہے۔



عالمی کتاب میلہ کے افتتاح کے موقع پر بائیں طرف سے محترمہ نزہت حسن، پی سی بھانو، پرمیل حق، پروفیسر ڈن چندرا، سی این آر راؤ، کے ایم آچاریہ، آندرے رومین چینکو، یو آر اننت مورتی، مصطفیٰ خان، آر سی گوگل، سو کمار داس

عالمی کتاب میلہ میں مہمان ملک روس کے نمائندے کے طور پر فیڈرل ایجنسی فار پریس اینڈ ماس کمیونیکیشن روس کے ڈپٹی چیف آندرے رومین چینکو نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس کتاب میلے میں مہمان ملک کے طور پر شرکت کر کے روس خوشی محسوس کر رہا ہے۔ ہم نے یہاں روس کی منتخب کتابوں کو نمائش کے لیے پیش کیا ہے۔ جن میں تاریخ، ثقافت، ادب، اسپورٹس، سائنس، ٹکنالوجی سے متعلق کتابیں شامل ہیں۔ انھوں نے کہا ہندستان اور روس کے دیرینہ تعلقات رہے ہیں اور ہندوستانی مصنفوں کی کتابوں کا بھی روسی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ پنچ تنتر، مہابھارت اور رامائن جیسی کتابوں کے ترجمے پر مشتمل کتابیں بھی اس میلے





افتتاحی اجلاس کا منظر

میں پیش کی گئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مہاتما گاندھی کی سوانح حیات بھی ان میں شامل ہے۔ آندرے رومین چینکو نے کتاب کی کامیابی کے لیے نیک خواہشات پیش کیں۔

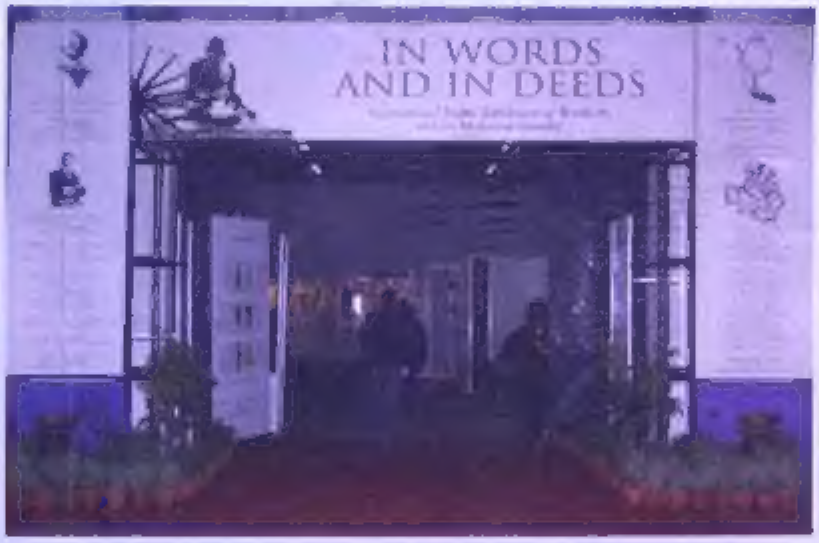
اس کتاب میلے کا افتتاح مرکزی وزیر برائے انسانی وسائل ارجن سنگھ کو کرنا تھا لیکن ان کی غیر حاضری میں ان کا پیغام وزارت انسانی وسائل ایڈیشنل سکریٹری کے ایم اچاریہ نے پڑھ کر سنایا، جس میں ارجن سنگھ نے کہا کہ کتابیں ہماری بہترین دوست ہیں۔ ہندستان نے جہاں سائنس وٹکنالوجی میں ترقی کی ہے وہیں کتابوں کی اشاعت میں بھی زبردست اضافہ ہوا ہے۔ انٹرنیٹ اور کمپیوٹر تکنیک کے ساتھ ساتھ ہماری پبلشنگ انڈسٹری کو بھی فروغ حاصل ہوا ہے اور کتابوں کی اہمیت اور افادیت اپنی جگہ برقرار ہے۔ روس کو میلہ میں مہمان ملک کا



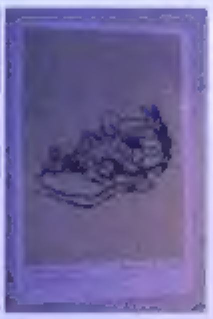
عالمی کتاب میلہ میں روسی منڈپ کی افتتاحی تقریب

درجہ دیے جانے کے تعلق سے انھوں نے کہا دونوں ملکوں کے درمیان تاریخی، سیاسی وثقافتی رشتے رہے ہیں اور بہت گہرے مراسم ہیں۔ انھوں نے کہا کہ کلچرل کتابوں کی اشاعت میں نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کا بہت اہم رول ہے۔ انھوں نے کتاب میلہ میں شرکت کرنے والے تمام شرکا کا خیر مقدم کیا۔ نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کے چیئرمین بپن چندرا نے کہا کہ این بی ٹی ہندستانی زبانوں کو فروغ دینے کی پوری کوشش کررہا ہے۔ این بی ٹی کے قیام کے 50 سال مکمل ہوچکے ہیں اور اپنے گولڈن جوبلی سال میں اس نے 23 ہندستانی زبانوں میں افسانے، شاعری اور ڈرامہ پر مشتمل 52 کتابیں شائع کی ہیں۔

الفاظ میں اور اعمال میں گاندھی ادب کی انٹرنیشنل نمائش



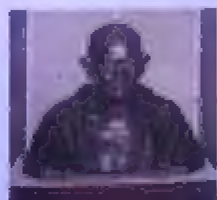












مہاتما گاندھی کی 60ویں یوم وفات کے مدنظر نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا نے مہاتما گاندھی کے ذریعہ اور ان پر لکھی گئی کتابوں کی انٹرنیشنل نمائش 'الفاظ میں اور اعمال میں' منعقد کیا۔ یہ نمائش 18ویں نئی دہلی عالمی کتاب میلہ 10-2 فروری 2008 پرگتی میدان، نئی دہلی) کے دوران ہال نمبر 7 میں منعقد کیا گیا۔ مہاتما گاندھی کے بارے میں قومی اور انٹرنیشنل پبلشرز کے بیچ سمجھ بوجھ پیدا کرنے اور گاندھی ادب کے جملہ حقوق کے تراجم کے ذریعہ سہولتیں بڑھانے کے لیے یہ نمائش لگائی گئی۔ اس نمائش کے تین حصے، گاندھی کے ذریعہ لکھی گئی کتابیں، گاندھی پر لکھی گئی کتابیں، اور گاندھی پر آڈیو ویژیول، پبلشروں، تنظیموں، مواصلات اعلیٰ، مصور کے یہاں قومی انٹرنیشنل سطح کی سبھی زبانوں میں ہزاروں گاندھی ادب کے بارے میں جملہ تفصیل مہیا کی گئیں۔ اس نمائش میں 160 سے زائد ناشرین کی 1200 سے زیادہ کتابیں نمائش کی گئیں۔

قرۃ العین حیدر دیگر ہندوستانی زبانوں میں



قرۃ العین حیدر اردو فکشن کا ایسا نام ہے جس پر ہمیں ناز کرنا چاہئے۔ ان کے انتقال کی خبر کو پورے ہندوستان کی میڈیا میں جگہ ملی۔ مختلف رسالوں میں تاثراتی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ یہ ان کی مقبولیت کی بڑی دلیل ہے۔ ہر ایک شخص اس کوشش میں ہے کہ قرۃ العین حیدر کی شخصیت اور فن پر چند جملے لکھے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے اور شاید اس مضمون کے لکھنے کی وجہ بھی اردو قاری کو یہ باور کرانا ہے کہ ہمیں قرۃ العین حیدر پر کیوں ناز کرنا چاہئے۔ کوئی آٹھ سال قبل کی بات ہے کہ میرے پاس تیلگو کے مشہور رائٹر جناب سی نارائن ریڈی صاحب کا فون آیا۔ ان کا اصرار تھا کہ میں انہیں قرۃ العین حیدر کا فون نمبر اور پتہ ارسال کروں۔ فون نمبر حاصل کرنے کے بعد میں نے بڑی ہمت کے بعد قرۃ العین حیدر سے بات کی اور ان کا پتہ دریافت کرنا چاہا۔ وہ بے حد خفا ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ آپ اپنی فائل تلاش کریں آپ کو میرا پتہ مل جائے گا۔ بغیر محنت کے آپ لوگ سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگیں آپ ریڈی سے کہئے کہ مجھے دکھ ہے کہ ان کے پاس میرا پتہ نہیں ہے۔ اس مختصری گفتگو کے بعد میری کبھی ان سے بات نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی خود اعتمادی جو ایک عظمت کے بعد کسی کو حاصل ہوتی ہے، نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ اس واقعہ کا جب میں نے ڈاکٹر ورشا داس سے ذکر کیا (ڈاکٹر ورشا اس زمانہ میں این بی ٹی کی چیف ایڈیٹر ہوا کرتی تھیں) تو اس سے بھی مزید دلچسپ باتیں معلوم ہوئیں۔ یہ ہم سب بخوبی جانتے ہیں کہ نیشنل بک ٹرسٹ 'آدان پردان' سیریز کے تحت مختلف زبانوں کے شاہکار کو تراجم کی شکل میں شائع کرتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے افسانوں کا انتخاب شائع کیا جانا تھا۔ ان سے رائے مانگی گئی۔ انہوں نے کہا کہ میں کسی مرتب کا نام منظور نہیں کرسکتی۔ اگر آپ کہانی چھاپنا چاہتے ہیں تو میں چند کہانیاں ارسال کردیتی ہوں آپ اسے شائع کردیں۔ ٹرسٹ نے اسے منظور کرلیا۔ ٹرسٹ کے قاعدے کے تحت ایک تعارف کے بغیر کسی انتخاب کو شائع نہیں کیا جاسکتا۔ جب ان سے درخواست کی گئی کہ آپ کسی کا نام بتائیں جو آپ کی کہانیوں کا تعارف تحریر فرمائیں۔ قرۃ العین حیدر کا قول تھا کہ اگر آپ بغیر تعارف یہ مجموعہ شائع کرنا چاہتے ہیں تو کیجئے ورنہ اسے واپس کردیں۔ این بی ٹی نے اسے 1995 میں بغیر تعارف کے شائع کیا جو آج بھی تاریخ کا حصہ ہے کیونکہ این بی ٹی بغیر تعارف کے آدان پردان سیریز کے تحت کوئی بھی کتاب شائع نہیں کرتی۔ اس کے چار ایڈیشن اردو میں اور مختلف ہندوستانی زبانوں میں شائع ہوکر مقبول عام ہوچکے ہیں۔ قرۃ العین کی شہرت اردو کے علاوہ دیگر ہندوستانی زبانوں میں بھی تھی۔ ان کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا شاہکار ناول 'آگ کا دریا' دیگر ہندوستانی زبانوں میں بہت مقبول ہے۔ اسے ٹرسٹ نے اسمیہ، بنگلہ، گجراتی، ملیالم، مراٹھی، پنجابی، تمل اور تیلگو زبانوں میں شائع کیا ہے۔ بنگلہ، ملیالم، تمل اور تیلگو زبان میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے جب کہ مراٹھی میں تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہر ایک ایڈیشن کی گیارہ سو کاپیاں شائع کی جاتی ہیں۔ اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ 'آگ کا دریا' کا قاری اردو کے علاوہ دیگر ہندوستانی زبانوں میں بھی بڑی تعداد میں موجود ہے۔

میری نظر میں قرۃ العین حیدر کا قد اردو ادب میں بہت بڑا ہے۔ میں یہ بات اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں نے انہیں بہت پڑھا ہے بلکہ ان کے فن اور شخصیت کے حوالے سے بہت کچھ سیکھنے کی کوشش کی ہے۔ میں اپنی بات کو ایک دلچسپ واقعہ پر ختم کرتا ہوں۔

جناب کملیشور اور محترمہ اجیت کور کے ساتھ دو برس قبل ایک بین الاقوامی میلہ میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ ہم لوگ ایک ہی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اکثر ہم لوگوں کے درمیان ادب پر بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ میں چار روزہ قیام کے دوران محسوس کرتا رہا کہ ان دونوں سے ملنے جلنے والے صبح وشام آتے رہتے ہیں جب کہ وہ علاقہ نہ ہندی کا تھا اور نہ پنجابی کا۔ ان کے اعزاز میں پروگرام بھی منعقد کیے جارہے ہیں۔ اس دوران ان لوگوں سے بے تکلف باتیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک دن دوران گفتگو پوچھا کہ آپ لوگوں کو اس اجنبی شہر میں اتنے لوگ جانتے ہیں۔ کملیشور بے ساختہ بول پڑے کہ مصنف کا کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ زبان تو صرف ترسیل کے ذرائع ہیں۔ کوئی بھی بڑا فنکار ترجمہ کی شکل میں اپنی موجودگی کا احساس دلاسکتا ہے۔ میں نے پوچھا اردو ادب کا سب سے بڑا فنکار آپ کے سمجھتے ہیں۔ اجیت کور میری معصومیت پر مسکرانے لگیں اور مجھے لگا کہ کیسا بے تکا سوال میں نے پوچھ لیا۔ میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کملیشور نے کہا کہ قرۃ العین حیدر اردو فکشن کا سب سے معتبر نام ہے جس پر ہم ہندوستانیوں کو فخر کرنا چاہئے۔

بچوں کے ادب کی حالت اور سمت

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی گولڈن جوبلی کے موقع پر منعقد پروگراموں کے سلسلہ کے تحت فرانس کے مشہور و معروف ادب اطفال کے مصنفہ محترمہ موریل بلاک نے فرانس کے بچوں کے ادب کی حالت اور سمت ورفتار پر ایف آئی آر سی، فرانسیسی سفارت خانہ میں منعقد ایک پروگرام میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ہندستان کی مشہور بچوں کی مصنفہ محترمہ دیپا اگروال سے گفتگو کے دوران انھوں نے کہا کہ وہ ہندستانی کہانیاں پڑھتی ہیں اور خاص طور سے پنچ تنتر اور وکرم بیتال کی کہانیوں سے کافی متاثر ہیں۔ اس موقع پر انھوں نے کچھ کہانیاں بھی سنائیں۔

محترمہ بلاک نے 20 سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کہانیوں کا مجموعہ ہیں۔ انھوں نے ہندستانی کہانیوں پر خاص کام کیا ہے۔ محترمہ بلاک کہانی سنانے کے روایتی اور جدید لہجے کے ذریعہ ایک خاص ماحول قائم کرنے میں کامیاب ہوتی ہیں جس سے وہ موجود سامعین کا دل جیت لیتی ہیں۔

ہندی اور انگریزی میں 40 سے زیادہ کتابیں لکھ چکی دیپا اگروال بھارت کی ایک معروف و مقبول بچوں کی ادیبہ ہیں۔ انھوں نے دلچسپ اور پراسراریت سے بھرے ناول، بھوتوں کی کہانیاں، عام زندگی سے متعلق کہانیاں، بچوں کے لیے سوانح، لوک کہانیاں لکھی ہیں۔

18 واں نئی دہلی عالمی کتاب



عظیم کتاب





کیا بزرگ کیا نوجوان - باپو سب کے لیے





تبد



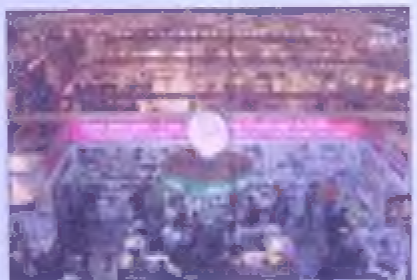
خاص موقع!



کیا اپنے والد کے تحفے سے خوش نہیں؟



ہمیں یہا



کتاب میلہ ہمیشہ زندگی میں رنگ بھرتا ہے



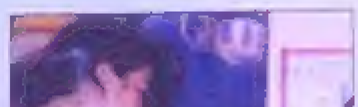
منہمک



زندگی کی بنیادی ضرورت



زندگی ایک کھیل ہے



ماں... مجھے پڑھنے دو

میلے کی بولتی تصویریں


کتابوں میں محو

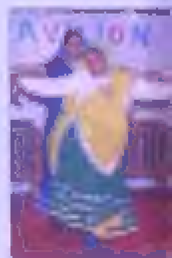

اسے ہم کالاری پائتو کہتے ہیں


عاتی منظر


میلے میں کھوئے ہوئے


ٹی وی یا کتاب




لے .....


یار ہے


آیئے، جلدی چلیں


اینجلس کا ایک منظر


میں تمہارے لیے پڑھوں گی


میں کہاں ہوں


معاف کریں، میں مصروف ہوں

''آزادی کی چھاؤں میں'' سے ایک اقتباس



اکتوبر، نومبر کی دلی۔ ایک خون میں لتھڑی ہوئی لاش تھی جس پر سینکڑوں گدھ اور چیلیں منڈلا رہی تھیں کہ اس ''بڑھے نگہبان'' کی ذرا نظر بچے، یا وہ یہاں سے ہٹے اور وہ اس لاش کی تکا بوٹی کر ڈالیں۔

کوئی جگہ محفوظ نہ تھی۔ کوئی دل مطمئن نہ تھا۔ کسی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ تھی۔ محبت کا نام ونشان مٹ چکا تھا۔ ہر طرف نفرت کا بول بالا تھا۔ ادھر مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ تھا۔ زمین سخت تھی، آسمان دور۔ اُدھر پاکستان کے ہندو مصیبت زدہ بے سہارا بے کس لٹے پٹے قافلہ در قافلہ چلے آرہے تھے۔ نہ کہیں شانتی ملتی تھی، نہ سکون۔ ایسے میں صرف مہاتماجی کا کمرہ ایک امن اور پناہ کی جگہ تھی، جہاں خوف زدہ دکھیارے مسلمان، تباہ حال، غم وغصہ کی آگ میں پھنکتے ہوئے ہندو شرنارتھی، بے سہارا عورتیں، لاوارث بچے، بڑی بڑی داڑھیوں والے سکھ اور ٹھک دھاری پنڈت۔ لانبے چغے پہنے ہوئے عیسائی راہب اور عربی اور ہندی ملے جلے لباس اور وضع والے علماء یہ کمرہ سب ہی کا ٹھکانا تھا۔ یہاں پہنچ کر سب یہی محسوس کرتے تھے کہ

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

وہاں تو انھیں کوئی ٹوک نہیں سکتا تھا۔ نہ کوئی ڈر، نہ دباؤ۔ بھلا اپنے باپ سے کوئی کھل کر بات نہ کرے گا، تو پھر کس سے کرے گا۔ ہر شخص یہی محسوس کرتا تھا کہ باپو اپنی اولاد کو دامن میں چھپا کر ہر مشکل اور آفت سے بچالیں گے۔

آنے والے اپنا دکھ درد کہتے۔ اور ان سے کہہ کر ایسی تسکین ہوجاتی جیسے دکھ کی دوا مل گئی، گتھی سلجھ گئی، اور سر سے بوجھ ہٹ گیا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ سب کچھ ہوجاتا تھا۔ گورنر سے لے کر بھکاری تک، کون ایسا تھا جو باپو کی آشیرواد یا دعا لینے نہ آتا ہو۔

آج بھی کانوں میں وہ کلام پاک، رام دھن اور بھجن کا نغمہ گونج رہا ہے۔ وہ سرمدی راگ، وہ سادہ پرسکون منظر، وہ خاموش مجمع اور بیچ میں باپو۔ بے جان پتھر کی مورتی کی طرح خاموش، آنکھیں بند، استغراق اور سچے مراقبے کا عالم، دنیا ومافیہا سے بے خبر جیسے چوکی پر جڑ دیے گئے ہوں۔

پرارتھنا ختم ہوئی اور وہ چونک پڑے۔ مورتی میں گویا جان پڑ گئی۔ آنکھیں کھولیں اور میٹھے میٹھے بول فضا میں بکھرنے لگے۔ اتنے سادہ لفظ، ٹوٹی پھوٹی زبان، بوپلا منھ، نہ کوئی خطابت نہ شعریت، نہ رنگینی۔ لیکن ایسا لگتا تھا کہ ہر لفظ کانوں کے راستے دل میں اترا جا رہا ہے۔ ہتھوڑے سے دل پر چوٹیں لگائی جا رہی ہیں... اے میرے مالک... کاش یہ حقیقت جاودانی بن جاتی۔

پرارتھنا کے بعد کی تقریر کتنوں کے دل کا مرہم بنتیں، اور بعض کی نفرت اور عداوت کا سبب بھی ہوجاتیں۔ کسی کو تنبیہ ہوتی، کسی کو تادیب، تنبیہ الغافلین کا یہ عصائے مقدس تین ماہ تک دہلی کی فضا میں لہراتا رہا مگر غافل اوہ تو ازل کے غافل تھے۔

رونے سے مجھے ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ رونا بزدلی اور کمزوری کی نشانی ہے میں اب بھی رونا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا کہ شاید اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں رہ گیا ہے۔ اپنے کو نہ روؤں مگر اپنے سے بدتر زندگیوں پر آنسو نہ بہانا بس کی بات نہ تھی، لیکن مہاتماجی کے سامنے تو روتے ہوئے بھی شرم آتی تھی۔ میں اکثر انھیں رنجیدہ دیکھتی۔ لوگوں کے پاگل پن کا ذکر بڑے دکھ سے کرتے، لیکن ظلم اور ناانصافی کے خلاف لوہے کی دیوار بنے کھڑے تھے۔

بڑے بڑے تناور درخت ان دنوں جڑ سے اکھڑ چکے تھے۔ عالی شان محلوں کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ اس طوفان کے تھپیڑے کھا کر جانے کتنی کشتیاں ڈوب چکی تھیں اور کن کن میں سوراخ ہوگئے تھے۔ بھارت کا نو تعمیر ڈوب رہا تھا، اور ناخدا ہتھیلی پر جان لیے جہاز کو بھنور سے نکال کر لے جانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ چند اللہ کے بندے اپنی بساط بھر اس کا ساتھ دے رہے تھے اور کچھ دور ساحل پر کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

بارخدایا، یہ ٹوٹی کشتی جو چھلنی ہوچکی ہے، کیسے ساحل تک پہنچے گی؟... بجلی کی طرح یہ خیال آتا اور سارے صبر وسکون اور امید کو جلا کر خاک کر جاتا۔

ایک کانگریسی ورکر نے بتایا کہ باپو نے کانگریسیوں سے پوچھا ہے کہ اپنا اپنا دکھڑا تو تم بہت سنا چکے، اب یہ بتاؤ کہ کتنے آدمی مرے۔ انھوں نے اندازہ بتایا۔ تو پھر پوچھا۔ ''ان میں سے کانگریس والے کتنے تھے؟'' اب تو وہ لوگ بہت سٹپٹائے اور کہا۔ ''جی ہمارے علم میں تو ایک بھی نہیں مرا۔''

آزادی کی چھاؤں میں
مصنف: بیگم انیس قدوائی
نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا
Rs. 120/-

ISBN 978-81-237-5151-1

تبصرہ



تجھے ہم ولی سمجھتے   مصنف: کشمیری لال ذاکر

قیمت: 125/

پبلشر: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

کشمیری لال ذاکر کا تعلق اردو افسانہ نگاری کے اس دور سے ہے جسے اردو افسانہ کا عہد زریں کہا جاتا ہے یعنی کرشن چندر، بیدی اور منٹو کے عہد سے۔ ان افسانہ نگاروں کی موجودگی میں کشمیری لال ذاکر نے اپنی ایک الگ راہ نکالی اور اپنی ایک الگ پہچان بنائی۔ "ہم تجھے ولی سمجھتے" کشمیری لال ذاکر کا افسانوی مجموعہ ہے۔ جس میں کل ۱۲ کہانیاں ہیں۔ یہ کہانیاں آج کے سماج کے گھریلو، سماجی اور نفسیاتی تشدد پر مبنی ہیں، جسے کشمیری لال ذاکر نے بڑی خوبی سے قاری تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے متوسط اور نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے کرداروں کو ان کے اصلی روپ میں سچائی کے ساتھ پیش کیا ہے اور ساتھ ہی ان کے نفسیات کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔

کشمیری لال ذاکر نے جس نوعیت کے افسانے لکھے ہیں اس طرز کے افسانے اردو میں کشمیری لال ذاکر سے پہلے بیدی بھی لکھ چکے ہیں۔ لیکن دونوں میں ایک خاص قسم کی تبدیلی نظر آتی ہے۔ بیدی کے یہاں عورت سراپا مظلوم نظر آتی ہے جبکہ کشمیری لال ذاکر کے یہاں مسلسل جدوجہد اور حرکت وعمل کی دیوی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ وہ اپنے آپ کے حالات کے سہارے نہیں چھوڑتی ہے بلکہ اس سے نبرد آزما ہوتی ہے اور کامیابی کے ساتھ زندگی گذارنے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ اور یہ خوبی ان کے افسانوں میں جابجا نظر آتی ہے۔ کشمیری لال ذاکر کے افسانوں میں عورت پر جس طرح سے ظلم کیا جاتا ہے اسے آج کل گھریلو تشدد کہا جاتا ہے۔ اور اس گھریلو تشدد سے تنگ آکر عورت نہ صرف گھر چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتی ہے بلکہ اپنے شوہر تک کو چھوڑنے سے گریز نہیں کرتی۔ گو کہ بیدی کی عورت کشمیری لال ذاکر کے افسانوں تک سفر کرتے کرتے ایک نیا روپ دھارن کر لیتی ہے۔

"ہم تجھے ولی سمجھتے" کا پہلا افسانہ "ڈبل شفٹ" ہے۔ ڈبل شفٹ کا مرکزی کردار متکلم خود ہے، جسے عمر کے ایک خاص مقام پر پہنچنے کے بعد بھی اسے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا ہے جو کہ ایک بیوی کو ملنا چاہیے۔ وہ گھر کے تمام کام کاج بھی دیکھتی ہے اور ڈبل شفٹ میں کام بھی کرتی ہے۔ اس کا شوہر چھوٹی چھوٹی بات پر شراب پی کر جھگڑتا رہتا ہے اور اکثر وبیشتر ہاتھ بھی اٹھا دیتا ہے۔ متکلم کو امید ہوتی ہے کہ بڑا بیٹا شاید اس کی مدافعت میں سامنے آئے اور اس طرح اس کی پریشانیاں کم ہو جائیں مگر وہ بھی خیال نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اسے صرف اپنی فکر ہوتی ہے اور ضرورت پڑنے پر باپ کے بجائے ماں سے ہی روپے کا تقاضا کرتا ہے مگر اپنی زندگی میں ماں کی مداخلت کو ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ ماں شوہر کی پرواہ کیے بغیر اپنے بیٹے کی خواہش کے لیے اس کو روپے دیتی ہے تاکہ وہ ٹور (Tour) پر جا سکے۔

"ڈریم لینڈ" دوسرا افسانہ ہے جس کا موضوع نابرابری کی شادی ہے۔ بظاہر ڈریم لینڈ کے نام سے ایسا لگتا ہے کہ وہ ایک خوبصورت مکان ہوگا جس میں بچے ہوں گے اور خوب چہل پہل ہوگی مگر یہ ڈریم لینڈ ایک پہاڑی کے سینے پر بنا ہوا ایک مکان ہے۔ جس میں کرنل اپنی دوسری بیوی کے ساتھ رہتا ہے جو اس سے عمر میں کہیں چھوٹی ہوتی ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار رکمنی دیوی سے مسز کرنل تک کا سفر طے کرتی ہے۔ وہ بھی اپنی مرضی سے۔ شوہر کی موت کے بعد کرنل سے شادی کر لیتی ہے اور اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے میں لگی رہتی ہے۔ اسے اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ وہ خوش ہے یا نہیں۔ "دوسرا مرد" میں بھی متکلم عورت ہے جو گھر والے اور اپنی مرضی کے لڑکے سے شادی کرتی ہے۔ لیکن ایک متوسط طبقے میں ساس کا رویہ بہو کے تئیں جس طرح کا ہوتا ہے۔ اس سے مرکزی کردار کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اس کا شوہر ماں کے روز بروز کی بے جا شکایت سے تنگ آکر اپنی بیوی کو تشدد کا نشانہ بناتا ہے۔ متکلم فیصلہ کرتی ہے کہ وہ اپنے کوکھ سے دوسرا بچہ نہیں جنم دے گی چنانچہ ایک بیٹے کی پیدائش کے بعد پرم پال کا گھر چھوڑ دیتی ہے اور خود کو مردوں کی دنیا سے محفوظ کر لیتی ہے اور پوزیشن بھی مستحکم کر لیتی ہے۔ اس طرح اپنے آپ کو سسرال اور شوہر کے رحم وکرم پر رہنے کے بجائے خود کفیل بن کر زندگی گذارتی ہے۔ لیکن جب بیٹا اوم کو ایک لڑکی سے محبت ہو جاتی ہے تو اپنے بیٹے اور اس لڑکی کو بھی بہت پیار سے سمجھاتی ہے مگر وہ دونوں اپنے ارادے پر اٹل رہتے ہیں تو سوچنے لگتی ہے "کاش میری زندگی میں آئے ہوئے پہلے مرد کا سایہ تک نہ پڑے اس دوسرے مرد پر---!"

ہندوستانی معاشرے میں اولاد نہ ہونے پر بیوی کو مار دینا اور دوسری شادی کرنا بھی عام بات ہوتی جا رہی ہے۔ اگر چہ کمی مرد میں ہی کیوں نہ ہو لیکن ذمہ دار عورت کو ہی مانا جاتا ہے۔ اس افسانے میں رنجنا کو اولاد نہیں ہوتی ہے اور شادی کے چند سال بعد انتقال ہو جاتا ہے۔ اس کے انتقال ہونے کے کچھ ہی دن بعد رنجنا کے شوہر کی شادی طے ہو جاتی ہے۔ جسے مرکزی کردار روپا روکنا چاہتی ہے۔ کیونکہ اسے لگتا ہے کہ کہیں رنجنا جیسا سلوک اس کے ساتھ بھی نہ ہو۔ عورت جو شوہر کے تئیں ہمیشہ وفا اور قربانی کا جذبہ رکھتی ہے اور اس کی ساری وفائیں اور سارے خواب شوہر سے جڑے ہوتے ہیں آخر وہ خواب کب پورے ہوں گے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو کشمیری لال ذاکر کے افسانے کو ادھورا چھوڑ دیتے ہیں۔ کشمیری لال ذاکر کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنے افسانے کو ادھورا چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ سماج اور قاری پر یہ چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کا حل بتائیں۔

"اب بھی میرا گھر ہے" افسانہ میں افسانہ نگار ایک بوڑھی ماں کی کہانی کو پیش کیا جس میں تین بیٹے اپنی بوڑھی ماں کو شمشان بھومی میں اکیلا بے یار و مددگار چھوڑ جاتے ہیں تاکہ وہ بھوک پیاس سے مر جائے۔ یہاں تک پانڈے چندو کو دھمکی دیتے ہیں کہ اگر اس کی مدد کی تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ماں کی غلطی صرف اتنی تھی کہ وہ اپنے بیٹوں کی غلط کاریوں پر ٹوکا کرتی تھی۔ چندو کی اطلاع پر سرپنچ اس بڑھیا کو اپنے گاؤں اور یہاں تک کہ اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا مگر وہ تین جوان بیٹوں کی ٹھکرائی ہوئی بڑھیا کسی اور کے گھر پناہ لینے کے بجائے شمشان بھومی میں خوف و دہشت کے مارے مر جانا پسند کرتی ہے اور اسی کو اپنا گھر تصور کر کے اس دنیا کو چھوڑ جاتی ہے۔

کشمیری لال ذاکر نے ورکنگ کلاس کے روزمرہ کے مسائل اور ان کی پریشانیوں کو بڑی خوبی اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے۔ منیجر شوہر ہوں یا اسٹینو گرافر لڑکوں کے درمیان لڑکی۔ سبھی کو اپنے افسانوں میں جگہ دے کر بہت سلیقے سے پیش کیا ہے۔ کشمیری لال ذاکر کی سبھی کہانیاں عورت کے کسی نہ کسی مسائل یا پریشانیوں سے متعلق ہیں۔ ان مسائل میں ان کا بانجھ پن بھی ہے، شوہر کا تشدد بھی ہے اور ساس کا اپنے بیٹے کو بہو کے خلاف بھڑکانا بھی ہے اور ان عورتوں کا بھی مسئلہ ہے جو کسی نہ کسی وجہ مردوں کے ظلم کا شکار ہو جاتی ہیں۔ جس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہوتا پھر بھی سماج انھی مظلوم عورتوں کو گناہ گار ٹھہراتا ہے جن کا اس گناہ کے کرنے میں کسی طرح کی مرضی شامل نہیں ہوتی۔

مبصر: علاءالدین خاں

اردو اور ہندی نثر پر انقلاب 1857 کے اثرات اور ردعمل



پروفیسر نامور سنگھ اور پروفیسر محمد حسن وادیٔ خیال کا اجرا کرتے ہوئے

1857 کا انقلاب 19 ویں صدی کی سب سے بڑی تحریک تھی جس میں عوام نے مسلح ہو کر سامراجیت کے خلاف لڑائی لڑی۔ اس تحریک کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس میں خواتین بھی لیڈر کے طور پر شامل رہیں۔ 1857 کے انقلاب کے اردو اور ہندی نثر پر کافی اثرات مرتب ہوئے۔ ان خیالات کا اظہار نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کے زیر اہتمام انڈیا انٹرنیشنل سینٹر میں منعقدہ گولڈن جوبلی سیمینار بعنوان "اردو اور ہندی نثر پر 1857 انقلاب کے اثرات اور ردعمل" کے افتتاحی اجلاس کے دوران مقررین نے کیا۔ افتتاحی اجلاس کی نظامت شمس اقبال نے کی۔ اس موقع پر معروف شاعر مخمور سعیدی کی مرتب کردہ کتاب "وادیٔ خیال" کا اجرا بھی عمل میں آیا۔ افتتاحی تقریر میں ہندی کے معروف ادیب پروفیسر نامور سنگھ نے کہا کہ 1857 کے انقلاب کے ہندی نثر او نظم دونوں پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے حالانکہ یہاں صرف نثر کی ہی بات ہوئی ہے۔ نامور سنگھ نے کہا کہ 1857 میں ہندو مسلم اتحاد کی جو مثال قائم ہوئی تھی وہ ایک ریکارڈ ہے۔ میرے نزدیک 1857 کا انقلاب قومی تحریک تھی اور تب جیسی قومی یکجہتی کبھی اور دکھائی نہیں دی۔ انھوں نے کہا کہ اس انقلاب کے نثر پر گہرے اثرات ہوئے اور ہر ادیب نے اس کو اپنے اپنے انداز سے رقم کیا۔ انھوں نے مثال کے طور پر ناول "غدر" اور "جھانسی کی رانی" کے علاوہ چترسین شاستری کے "سونا اور خون" مہاشویتا دیوی کے "رانی جھانسی" پرتاپ نارائن شریواستو کے "بے کسی کا مزا" پریم چند کے "شطرنج کے کھلاڑی" وغیرہ کا ذکر کیا۔ معروف اردو اسکالر پروفیسر محمد حسن نے کلیدی خطبہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں 1857 کی تحریک کو "غدر" نہیں مانتا اور یہ ایسی پہلی تحریک تھی جس میں دو دو خواتین (رانی لکشمی بائی اور بیگم حضرت محل) نے لیڈر کے طور پر شرکت کی، ایسی اور کوئی مثال نہیں ملتی۔ ایسا بھی پہلی بار ہوا تھا کہ عوام (سپاہیوں) نے خود بہادر شاہ ظفر کو اپنا لیڈر مقرر کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اردو نثر پر 1857 کے بہت بڑے اثرات مرتب ہوئے۔ اس سے قبل نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی ڈائرکٹر نزہت حسن نے خیر مقدمی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ سال این بی ٹی کا گولڈن جوبلی سال ہے اور 1857 کی پہلی جنگ آزادی کی 150 ویں سالگرہ کا جشن بھی منایا جا رہا ہے۔ ایسے میں گولڈن جوبلی سیمینار کے انعقاد کا مقصد یہی ہے کہ لوگ 1857 کے انقلاب کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان سکیں۔ سیمینار کے پہلے اجلاس کی صدارت پروفیسر وہاب اشرفی نے کی جبکہ نظامت دیوشنکر نوین نے کی۔ اس اجلاس میں ڈاکٹر رضوان قیصر، پروفیسر ابن کنول اور پروفیسر کے ڈی شرما نے 1857 کے انقلاب اور اس کے اردو نثر پر اثرات کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ پروفیسر ابن کنول نے کہا کہ 1857 کی جنگ آزادی کا صحیح علم ہمیں اردو کی کتابیں پڑھ کر ہی ہو سکتا ہے۔ غالب کے خطوط اور "دستنبو" میں بھی اس کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر رضوان قیصر نے اردو نثر کے تعلق سے سرسید احمد کی "اسباب بغاوت ہند" اور ڈپٹی نذیر احمد کی "ابن الوقت" کا بالخصوص تذکرہ کیا۔ پروفیسر وہاب اشرفی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ مرزا غالب اپنے خطوط میں جو نظر آتے ہیں وہ "دستنبو" میں نظر نہیں آتے۔ اسی طرح سر سید احمد خاں کے تعلق سے بھی جو غلط فہمیاں ہیں وہ سب اس وقت ان کی مجبوریاں تھیں۔ وہاب اشرفی نے کہا کہ 1857 کو سمجھنے کے لیے اس سے پہلے کی ہندو مسلم تمام تحریکوں کا جائزہ لینا ہوگا۔ ان کتابوں کا مطالعہ کرنا ہوگا جو اس وقت لکھی گئی تھیں۔ انھوں نے کہا کہ اصل میں یہ انقلاب اچانک ہی برپا نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی تیاری اور کوشش کافی پہلے سے چل رہی تھی۔





خبر نامہ این بی ٹی حکومت ہند کے وزارت ترقی انسانی وسائل کے تحت چلنے والا ادارہ نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کا اہم رسالہ ہے۔

اس رسالہ کے مضامین میں بیان کیے گئے خیالات سے ٹرسٹ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ایڈیٹر : ڈاکٹر شمس اقبال

پروڈکشن تعاون : دیوی دین

قارئین سے گذارش ہے کہ وہ خبر نامہ این بی ٹی کے بارے میں اپنے خیالات مدیر کو لکھیں۔

لیزر ٹائپ سیٹنگ اور لے آؤٹ ڈیزائننگ کیپٹل گرافکس منیر کا میں کیا گیا۔

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی طرف سے ڈائرکٹر محترمہ نزہت حسن کے ذریعہ ارادی پرنٹرس اینڈ پبلشرس، اے 30-، اوکھلا فیز II، نئی دہلی 110020 سے تقسیم ادارے 5 گرین پارک، نئی دہلی 110016 سے شائع شدہ۔